امن کے علمی مراکز: رکاوٹیں اور حل (سیرت طیبہ کی روشنی میں)

Educational Centers of Peace: Problems & Solutions (In the light of Seerah)

ڈاکٹر محمد ریاض*

ABSTRACT

The first ever educational institute established by the Prophet Muḥammad (ﷺ) at Masjid al-Nabawī was known as "*al-Ṣuffah*". In the present world, both the Islamic religious institutes (Madāris) and the secular educational institutes can play a vital role for the promotion of peace in the society. In the perspective of the subcontinent, both, the Dāru'l 'Ulūm Deoband and the 'Alī Gaṛh University produced peace loving people, who later achieved freedom for the Muslims of south Asia.

The Pakistani secular schools are mostly peace loving. They are producing human resources, which are ruling and serving the country. On the other hand, the religious schools have become the hub of religious extremism. However, such fanatics are found in both the educational systems.

We need to follow the Sunnah of our prophet (ﷺ) to learn the lesson of peace from the examples of the conquest of Makkah, the battle of the trench and from Mīthāq al-Madīnah and many other steps taken for peace by the prophet (ﷺ).

Keywords: *Peace, Islamic Civilization, Educational Institutions; Syllabus; Teacher*

---

* شعبہ علوم اسلامیہ، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

آسودگی قلب داخل اطمینان حقوق و فرائض کی متوازن ادائیگی اسلامی قواعد و ضوابط قرآنی ہدایات اور تعلیمات نبوی پر عمل کرنا امن کہلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ﴿ ٱلَّذِىٓ أَطۡعَمَهُم مِّن جُوعٖ وَءَامَنَهُم مِّنۡ خَوۡفِۭ ﴾(۱) میں اللہ تعالیٰ نے جو امن ان کو عطا کیا، وہ کیا تھا؟ ان کی گذران ان کی ذریعہ تجارت تھی، سال میں دو مرتبہ ان کا تجارتی قافلہ سفر پر جاتا، سردیوں میں یمن سے مال تجارت لاتے، جو گرم علاقہ تھا اور گرمیوں میں شام کی طرف سے مال خرید کر لاتے جو کہ ٹھنڈا علاقہ تھا، تمام اہل عرب ان کا احترام خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے کرتے تھے اور ان کے تجارتی قافلے امن سے سفر کرتے تھے، راستے میں ان کو لوگ تنگ نہ کرتے تھے، جب کہ عربوں کی شرست میں لوگوں پر ظلم کرنا اور ان کو راستہ میں لوٹنا شامل تھا، اس آیت میں امن بمقابلہ خوف استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا بدامنی سے مراد وہ تمام خطرات ہیں، جو کسی شخص کے اطمینان کے خاتمہ کا سبب بنیں۔

تعلیمی اداروں سے مراد جہاں قومی سطح پر مرد و عورت کو تعلیم دی جاتی ہے۔ انسانی ضرورت میں دو چیزیں روحانی اور جسمانی ضرورت نہایت ہی اہم ہیں، وہ ہیں۔

روحانی ضرورت میں تعلیم و علم ہے اور جسمانی ضرورت میں خوراک و لباس اور رہائش ہے۔ انسان کو پیدائشی طور پر ان دونوں ضرورتوں سے نوازا گیا ہے۔ کائنات ارضی پر انسان کے علاوہ باقی تمام مخلوقات جو ﴿وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٖ ﴾(۲) کے تحت پروان چڑھتی ہے۔ تمام ذی حیات اپنی زندگی کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے کائنات کی رنگینی میں اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ لیکن انسان کا تعلق کائنات خلیفہ فی الارض کے تحت ہے۔ اس کو خلافت کی اہم ذمہ داری سے سرفراز کیا گیا ہے۔

آدم علیہ السلام کی نامزدگی خلافت کا اظہار جب فرشتوں پر رب العلمین نے کیا تو انہوں نے اس (انسان) کو قیام امن کے خلاف بر زبانِ قرآن یوں پیش کیا۔

﴿أَتَجۡعَلُ فِيهَا مَن يُفۡسِدُ فِيهَا وَيَسۡفِكُ ٱلدِّمَآءَ ﴾(۳)

(کیا تو ایسے انسان کو اس میں پیدا کرنا چاہتا ہے جو اس (کائنات ارضی) میں فساد برپا کرے گا اور ناحق خون بہائے گا۔)

خالق ارض و سماء نے فرمایا:

﴿إِنِّيٓ أَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ﴾(۴)

(بے شک جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔)

قیام امن کائنات ارضی میں جو بندوبست کی صورت میں مشیتِ الٰہی تھی کہ پہلا انسان جو پہلا نبی ہو گا، وہی پہلا معلم ہو گا۔

علم وجہ عظمتِ انسانی:

زرنوجی "تعلیم المتعلم" میں رقمطراز ہیں کہ علم انسان کا امتیازی وصف ہے دوسرے تمام اوصاف مثلاً شجاعت، جرات، قوت، سخاوت اور شفقت وغیرہ میں دوسرے جاندار بھی انسان کے ساتھ شریک ہیں مگر صرف علم ہی ایک ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے انسان دوسرے جانداروں سے ممتاز ہوتا ہے۔ علم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر برتری دلائی اور انہیں آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا علم کو یہ امتیاز اس وجہ سے حاصل ہے کہ علم تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے اور تقوی ہی عزت و شرف اور دائمی سعادت کے حصول کا سبب ہے۔

قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ﴾ (۵)

(تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے اللہ رب العزت کے نزدیک جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو۔)

یہی وہ علم ہے جس کی بنیادی بعثت انبیاء ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے انسانیت نے اپنے سفر کا آغاز تاریکی اور جہالت سے نہیں بلکہ علم اور روشنی سے کیا ہے تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے خالق نے اسے جس چیز سے نوازا وہ علم ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے انبیاء کرام مبعوث ہوئے وہ تمام زیور علم سے آراستہ تھے اور انہوں نے اپنی اقوام کو علم سکھانے کی کوشش کی اور انہیں تحصیل علم کی ترغیب دی کیونکہ نبوت کا بنیادی وظیفہ ہی بنی نوع انسانی کو علم و حکمت سکھانا ہے (۶)۔

آپ ﷺ کی تربیت و تعلیم کا نتیجہ:

آپ ﷺ کی اس تعلیم و تربیت کے ذریعہ ایسا امن پیدا ہوا جس کی مثال پیش کرنے سے زمانہ قاصر ہے۔

تہامہ: اس تعلیم کے نتیجہ میں نجد کے وحشی، تمامہ کے بدو یمن کے مسکین دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہو رہے ہیں۔ عبد اللہ بن سلام یہودیت، ورقہ بن نوفل عیسائیت، عثمان بن طلحہ ابراہیمیت کی مسند، امامت چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کئے جانے پر فخر محسوس کرتے ہیں، اسی تعلیم کے نتیجہ میں بت پرستوں کے زر خرید غلام بلال حبشی جن کو عمر فاروق جیسی عظیم شخصیت بھی سید سید (آقا، آقا) کہہ کر پکار رہے ہیں۔ وہی ابوسفیان بن حرب جو سات سال تک مسلمانوں کے مقابلہ میں فوجیں لاتا رہا، اور مسلمانوں کے خلاف پورے ملک عرب میں آتش فساد بھڑکاتا رہا، اسلام لانے کے بعد امن کا داعی بن کر نجران کے عیسائی علاقہ پر حکومت کرتا ہے۔

وہ عبد یالیل ثقفی جس نے طائف کے میدان میں بچوں کو پتھراؤ کرنے کے لئے آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا تھا، آخر مدینہ میں حاضر ہو کر داعی امن بن کر واپس ہوتا ہے۔ یہ سب کرشمہ سازی اس پاک تعلیم کی ہے، جس نے دشمنوں کی دشمنی کو دوستی میں بدل دیا، جن کے دشمن جان نثار بن گئے، راہزن محافظ بن گئے۔ اکثر انبیاء نے معجزے دکھائے، لاٹھی، سانپ، پتھر، دریا، آگ کا گلزار ہونا، آپ ﷺ نے عظیم الشان معجزہ یہ دکھایا، دلوں میں انقلاب امن پیدا کیا، روحوں کو جلا بخشی، شقاوت اور بدبختی کے پر دلوں کو نور ایمان سے منور کیا، خادم برپا کرنے والوں کو امن کا سبق دیا۔

دعوت امن کے لئے اسلام کے سنہری اصول:

اسلام کا مقصد اول دنیا میں امن قائم کرنا اور بدامنی فساد کا خاتمہ کرنا ہے۔ اچھے اعمال کی وجہ سے دنیا میں امن اور برے اعمال فساد و تباہی کا سبب بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿ ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِى ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ ٱلَّذِى عَمِلُوا۟ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ (۷)

(خشکی اور تری میں فساد کا سبب لوگوں کے بداعمال ہیں۔)

اعمال صالحہ میں صداقت، امانت، دیانت حقوق العباد کا خیال رکھنا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

«عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدِّيقًا ، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ

فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا» (۸)

سچ کو لازم پکڑلو سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے جب تک بندہ سچ بولتا ہے سچائی تلاش کرتا ہے اللہ کے ہاں اسے صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ سے اپنے آپ کو بچاؤ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتا ہے بندہ جھوٹ بولتے بولتے عند اللہ کذاب لکھا جاتا ہے۔

سچائی ایک ایسی خوبی ہے جس کی بناء پر لوگ اس پر اعتماد کرتے ہیں اور جھوٹ ایک ایسی خامی ہے جس کی بناء پر لوگوں کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ صداقت علامت امن ہے اور جھوٹ فساد اور دہشتگردی کی نشانی ہے۔

حقوق العباد میں عدالت کا اہم کردار ہے، رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جو سبق دیا اس میں آپ نے غیر مسلموں کے فیصلے بھی کئے اور غیر مسلم اپنے فیصلے آپ کے پاس اس لئے لاتے تھے، وہ جانتے تھے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کبھی بھی بے عدالتی سے کام نہیں لیتے اور قرآن پاک میں بھی یہی حکم اللہ نے دیا ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ (۹)

(کسی قوم سے دشمنی تم کو اس بات پر نہ ابھارے کہ آپ انصاف سے کام نہ لیں انصاف کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔)

یہ تھے وہ تعلیمی ادارے جن سے درس امن حاصل کرنے والے دنیا کے کونے کونے میں امن کی صدا لے کر پہنچے اور دنیا سے فساد کا قلع قمع کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو صلح نامہ لکھا اس کی عبارت یہ تھی۔

«هَذَا مَا كَاتَبَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ» ، فَقَالُوا: لَا تَكْتُبْ رَسُولُ اللهِ، فَلَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ لَمْ نُقَاتِلْكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: «امْحُهُ» ، فَقَالَ: مَا أَنَا بِالَّذِي أَمْحَاهُ، فَمَحَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ » (۱۰)

یہ صلح نامہ رسول اللہ ﷺ اور مشرکین بولے محمد رسول اللہ مت لکھے اگر اس پر ہمارا یقین ہو کہ آپ ﷺ کے رسول ہیں تو پھر جنگ کس بات پر ہے آپ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا مٹادے رسول اللہ کا لفظ حضرت علی نے عرض کی میں تو اس الفاظ کو نہیں مٹاتا پس آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے خود مٹایا۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو درس امن دیتے تھے چونکہ یہ مقام صلح تھا، اگر آپ ﷺ اس پر ڈٹ جاتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہ بات کہتے کہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کا لفظ نہیں مٹاتے تو صلح ناممکن نہ تھی، بلکہ فساد کا خطرہ تھا، فریقین کے درمیان جنگ شروع ہو جاتی۔ اس لئے آپ ﷺ کی تربیت اور تعلیم کی بنیاد ہی امن کا قیام ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیم کے مقاصد پوری دنیا سے فتنہ وفساد کا خاتمہ کرنا اور عالم کائنات میں امن کا قائم کرنا تھا۔

یہ آپ ﷺ کی تعلیم چلتے پھرتے ہوئے ہوتی تھی اور جو ادارے آپ ﷺ نے قائم کئے، ان کے اندر بھی امن کی تعلیم کے دروس ہوتے تھے اور قیام امن حقیقت میں دنیا سے کفر وضلالت اور شرک کا خاتمہ ہے، چونکہ ان عقائد سے دنیا میں بدامنی پیدا ہوئی ہے۔

پاکستانی تعلیمی ادارے: غیر مسلموں نے تعلیمی اعتبار سے مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، دنیاوی تعلیم کے ادارے اور دینی ومذہبی تعلیم کے ادارے۔ اول الذکر میں دنیاوی علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں، اور ثانی الذکر سے مراد دینی مدارس جن میں خالصتاً مذہبی تعلیم دی جاتی ہے، ہماری بحث کا تعلق اول الذّکر اداروں سے ہے، دینی مدارس میں تو وہی تعلیم دی جاتی ہے، جس کا مشن قیام امن کے سوا کچھ نہیں ہے۔

تقسیم ہند سے قبل سرسید کی یہ کوشش تھی کہ ملک میں امن کو قائم کیا جائے، مسلم اور غیر مسلموں کا آپس میں اختلاف ختم کیا جائے، اس مقصد کے لئے انہوں نے ۱۸۵۹ء میں مرادآباد میں مدرسہ قائم کیا جو کہ بعد میں کالج کے درجہ تک پہنچا[۱۱]۔

بعد میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس ادارے کے قیام کا مقصد مسلمانوں کو دونوں تعلیموں سے روشناس کروانا تھا تا کہ اسلام اصل مقصد قیام امن وجود میں اس کے ان اداروں

کے اساتذہ میں سے علامہ شبلی نعمانی جیسی عظیم شخصیات بھی ہیں، جنہوں نے اپنے علمی ذوق سے ایسے نامور شاگرد پیدا کیے، جنہوں نے قیام امن کے لئے اپنے جوہر دکھائے، ان شاگردوں میں سید سلیمان ندوی جیسے نامور شاگرد موجود تھے[۱۲]۔

بطور اختصار صرف ان دو مدارس کا ذکر کیا گیا ہے، مدارس سے میری مراد تعلیمی ادارے ہے۔ بقیہ بحث موجودہ تعلیمی ادارے جس میں پرائمری تا یونیورسٹی لیول تک مدارس ہوگی، سرسری طور پر ہم ان کا الگ ذکر کریں گے اور یہ تحریر بالترتیب تعلیمی اداروں پر مشتمل ہوگی۔ جن میں قیام امن پر بحث سیرت طیبہ کی روشنی میں کی جائیگی۔

پرائمری سکولز: یہ وہ بنیادی ادارہ ہے جس میں بچوں کو ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس سکول کی تعلیم کے ساتھ والدین کا تربیت کا تعلق بھی قیام امن مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے:

«مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ » [۱۳]

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اگر یہودی ہوں تو یہودی بن جاتا ہے اور اگر عیسائی ہوں تو بچہ بھی عیسائی ہوگا مجوسی ہوں تو بچہ بھی مجوسی ہوگا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قیام امن میں والدین کا ہاتھ اور دخل بھی ہوتا ہے چونکہ اصل تربیت تو والدین کی ہوتی ہے اور دوسرے نمبر پر بچے کو جو تعلیم دی جائے گی، اس پر اس کا اثر ہوگا۔ اگر اساتذہ اچھے ہوں تو یہ تعلیمی ادارہ قیام امن میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔ اساتذہ کے ساتھ نصاب کا بھی اس میں عمل دخل ہے، دونوں اسلامی نہج پر ہوں تو تعلیم کا اصل مقصد قیام امن سیرت طیبہ کی روشنی میں عمل میں آسکتا ہے، جبکہ بچے کو اچھے اوصاف والے اقدار سے روشناس کرایا جاسکتا ہے۔ مثلاً اعلیٰ اخلاق صداقت، امانت، عدالت جیسے اوصاف سے جب بچہ متصف ہوگا، تو یہ عملی صورت ہوگی۔ قیام امن کی یہی بچہ بڑا ہو کر معاشرے میں امن قائم کرنے والا ایک فرد ثابت ہوگا۔

مڈل اور ہائی سکول: انسانی کی بہتر کارکردگی کا معیار اس کی تعلیم اور تربیت دونوں پر ہے اکیلی تعلیم بغیر تربیت کوئی اچھا مقصد نہیں رکھتی قرآن کریم میں بھی جہاں ایمان کا ذکر ہے وہاں اعمال صالحہ کا بھی ذکر ہے سورۃ العصر میں فرمایا:

﴿ وَٱلۡعَصۡرِ ۝١ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَفِي خُسۡرٍ ۝٢ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلصَّبۡرِ ﴾[۱۴]

(قسم ہے زمانہ کی پوری انسانیت خسارہ میں ہے ماسوان لوگوں کے جنہوں نے ایمان لایا اور اعمال صالحہ کئے۔)

ظاہر ہے اعمال صالحہ تعلیم کے ساتھ اچھی تربیت کا نتیجہ ہوتے ہیں، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہو، تو اسے نماز سکھائی جائے، جب دس برس ہو تو اسے نماز نہ پڑھنے پر سزا دی جائے، یہ عملی تربیت کی طرف اشارہ ہے۔

سکول کے اس حصہ میں بچوں پر کڑی نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ اس عرصہ تعلیم میں جوانی کے جذبات شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر فہرست اس بات پر ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں کا نصاب غیروں کے اشاروں پر مرتب ہوتا ہے۔ عربی برائے جماعت ششم میں ہے اول مکمل مع ترجمہ تھا جس کو اب نئ عربی سے خارج کر دیا گیا ہے۔ عربی برائے جماعت ہفتم میں مکمل سورۃ آل عمران مع ترجمہ شامل تھی، موجود کورس سے خارج کر دی گئی ہے، اب اس کتاب میں قرآن کی کوئی سورۃ نہیں ہے، یہ کتاب اتنی مشکل ہے، جو طلبا کی فہم سے بالا ہے۔ اسی طرح جماعت ہشتم کی عربی میں سورۃ یٰسین، یوسف، واقعہ شامل تھیں ان سورتوں کو موجودہ نصاب عربی سے خارج کر دیا گیا ہے میری اس گفتگو کا تعلق سے ہے۔

کالج اور یونیورسٹیز: یہ تعلیم کا وہ مرحلہ ہے، جس میں بچہ جوان عاقل بالغ ہو جاتا ہے، اس کی اعلیٰ کارکردگی اور اچھے کردار کے لئے درج ذیل دو چیزوں کا ہونا ضرور ہے:

۱۔ اچھے اور قابل، محنتی اور صالح اساتذہ جو دین اسلام سے واقف ہوں اور جن کے دلوں میں اسلام کی حقانیت موجود ہو اسلام کا درد رکھنے والے ہوں۔

۲۔ اچھا نصاب بہترین نصاب ہی طالب علم میں قلبی انقلاب کی ضمانت دے سکتا ہے۔

یہ نصاب بصورت اسلامیات تو موجود ہے، مگر دیگر اساتذہ بحیثیت مسلمان اس طالب علم کو اسلام کی باتیں بتائیں اور اسے اسلام کی محبت کا سبق دیں اقدار حسنہ کی تصویر پیش کریں، تو اس کے نتیجہ میں وہ طالب علم معاشرے کا قیمتی سرمایا ہو گا، جو فساد فتنہ جیسے معاشرے کے ناسور کو امن میں تبدیل کرنے کا سبب ہو گا۔ جب کہ اچھی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے استاذ اور طالب علم کا فرق اور احترام معاشرے سے ختم ہو چکا ہے، استاد شاگرد دونوں اکھٹے ایک مجلس میں سگریٹ نوشی کرتے ہیں، آزادانہ گفتگو استاذ اور شاگردوں کا فرق ختم کر رہی ہے۔

تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے جس کے درج ذیل چار بنیادی عناصر ہیں:

۱۔ مقاصد تعلیم

۲۔ نصاب

۳۔ طرق تدریس

۴۔ جائزہ

نصاب:

ان سب میں اہم عنصر نصاب ہے جو کہ تعلیم کا مرکز ہے جس کے مطابق ہر ادارہ اپنے فرائض بجالاتا ہے اور قومی مقاصد تعلیم حاصل کرتا ہے۔

مشہور ماہر تعلیم ڈاکٹر عبد العزیز نے یہ تعریف کی ہے:

> نصاب سے مراد وہ جملہ افکار و افعال ہیں جن سے بچے کی زندگی اندرون مدرسہ یا بیرون مدرسہ متاثر ہوتی ہے اور جو اس کی شخصیت کی تعمیر میں برائے راست یا بالواسطہ معاون ثابت ہوتے ہیں۔ طالب علم کی قرات و کتابت اس کے لمجی و سماجی روابط، اس کی ذہنی و اخلاقی نشو نما جذباتی جیسی زندگی غرض اس کی زندگی کا ہر پہلو جو اسے متاثر کرتا ہے نصاب میں شامل ہے[۱۵]۔

اسلامی نصاب تعلیم: اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں دین و دنیا الگ الگ نہیں ہیں بلکہ یہ ایک ایسا عالمگیر دین ہے جو دونوں کیرا ہنمائی کرتا ہے اس سلسلہ میں معاش و معاد الگ نہیں ہیں، بلکہ ایک ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں ان دونوں نصابوں پر توجہ دی جاتی تھی، اور تعلیم

قرآن وحدیث کے ساتھ فقہ کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، بنوعباس اور بنوامیہ کے دور میں علوم وفنون کے شاندار ترقی کی باقاعدہ نصاب مقرر ہوئے، قرآن وحدیث فقہ تفسیر کے ساتھ علم ہئیت، طب، فلسفہ منطق وہندسہ کے علوم پڑھائے جاتے تھے، مگر ان تمام علوم کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول رہا ہے[۱۶]۔

بد قسمتی سے موجودہ دور میں نصاب تعلیم معقولات اور منقولات کو الگ الگ کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں تقایم کر دی گئی ایک وہ نصاب جو کہ خالص دینی ہے دینی مدارس میں پڑھایا جاتا ہے اور دینی طلباء کو منقولات، سائنسی علوم (جو کہ موجودہ دور میں مدوج ہیں) سے بالکل واسطہ نہیں ہوتا ہے۔ اور جو لوگ سکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ دینی تعلیم سے محروم ہوتے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ نہ خداہی ملا نہ وصال صنم پر دو جانب مقاصد پورے نہیں ہوتے لہٰذا ایسا نصاب تعلیم قیام امن میں کردار ادا نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے سکولوں میں تعلیمی نصاب ایسا مقرر ہو جس سے دین ودنیا دونوں مقاصد حاصل ہو سکیں۔ اسی طرح دینی مدارس میں بھی معقولات کا علم پڑھایا جائے اس سلسلہ میں تجاویز آخر میں دی جائیگی۔

نصاب سازی کے لئے تجاویز:

پاکستانی نظام تعلیم کو پاکستانی اور اسلامی نظام تعلیم کہنا اس کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ یہ وہی نظام تعلیم ہے جو ہمیں انگریز کی جانب سے ورثہ میں ملا ہے۔ چونکہ ہم نے پاکستان کو اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا اس لئے وقتی ضرورت کے تحت اسی نظام تعلیم میں عربی واسلامیات کے مضامین کا اضافہ کر کے اسے ہم نے مشرف بااسلام کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے ذیل تجاویز دی جاتی ہیں۔

ا۔ **پرائمری نصاب:** اس نصاب کے لئے پرائمری اساتذہ کو شامل کر کے ان سے تجاویز لیں جائیں۔ جب کہ اس نصاب کی تشکیل کے لئے ثانوی تعلیمی بورڈ، صوبائی ٹیکسٹ بورڈ اور ہائی سکول کے اساتذہ نصاب کی تشکیل کے لئے مشورے میں شامل ہوتے ہیں، لہٰذا اس کا زیادہ مستحق وہ پرائمری کا استاذ ہے، جس کا اس نصاب سے اور بچوں سے واسطہ پڑتا ہے۔

۲۔ **نصاب کا اسلامی بنانا:** نصاب کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے دینی اور دنیاوی تعلیم کا نظریہ ختم کرکے اسے یکجا کیا جائے پرائمری سطح پر قاری پوسٹ یعنی معلم قاری ہو، جو بچوں کو قرآن پاک ناظرہ احسن طریقہ سے پڑھائے۔

۳۔ **پرائمری کے نصاب میں کمی کرنا:** پرائمری نصاب میں کتب کی تعداد زیادہ ہے، کتب کی اور مضامین کی تعداد سات ہے۔ کتابیں زیادہ ہونے کی وجہ سے بچوں پر بوجھ زیادہ ہوتا ہے، اس لئے پرائمری لیول پر اردو، ریاضی اور دینیات اور انگلش کے مضامین نصاب میں لازمی قرار دیے جائیں اور جماعت چہارم سے معاشرتی علوم اور سائنس کا اضافہ کر دیا جائے۔

۴۔ **مڈل کلاسز میں ترجمہ وحدیث:** مڈل حصہ میں جماعت ششم سے دیگر مضامین کے ساتھ ترجمہ، القرآن اور مناسب احادیث کا انتخاب کرکے پڑھایا جائے، عربی گرائمر کے لئے اقراو آسان عربی از بشیر سیالکوٹی بہترین کتابیں ہیں، جو ترجمہ القرآن میں ممد ثابت ہوں گی۔ جماعت دہم تک ۱۵ پارہ کا ترجمہ پڑھایا جائے۔ اور جماعت نہم میں بلوغ المرام از حافظ ابن حجر کی کتاب الزکوٰۃ تک پڑھائی جائے۔ جب کہ جماعت دہم میں ریاض الصالحین حصہ اول پڑھائی کی تجویز دی جاتی ہے۔

۵۔ **کمپیوٹر کا پریکٹکل:** کمپیوٹر کی نصابی کتب جماعت ششم اور ہفتم میں موجود ہیں لیکن بعض سکولوں میں کمپیوٹر نہ جاننے والے اساتذہ کی وجہ سے پر کٹیکل کا فقدان ہے، اس مقصد کے لئے کمپیوٹر کا جاننے والا استاذ ہونا چاہئے۔

۶۔ **ٹیکنیکل تعلیم:** جماعت نہم اور دہم کے لئے ٹیکلنیکل تعلیم کا ہونا لازمی چاہئے، اس مقصد کے حصول کے لئے ایک متعلقہ ورکشاپ کا انعقاد سکولوں میں ہو، اور ٹیکنیکل پوسٹ پر ماہر تعلیم کا ہونا ضروری ہے۔ جو بچوں کو پر کٹیکل طور پر تعلیم دے سکے، تاکہ میٹرک کرنے کے بعد بچے اس قابل ہو جائیں کہ وہ اپنا معاشی نظام آسانی سے چلا سکیں، یا مزید اس پر کٹیکل تعلیم کو پر کٹیکل کالجز میں جاری رکھ سکیں۔ موجودہ دور میں اس چیز کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

قیام امن میں استاد کا کردار:

۱) **باکردار معلمین:** شاگردوں کو باکردار بنانے میں صاحب کردار معلمین کا کردار انتہائی اہم ہوتا ہے کیونکہ طلباء عموماً اپنے اساتذہ کی تقلید اور پیروی کرتے ہیں۔ فاسد العقیدہ اور کردار سے محروم اساتذہ اپنے

شاگردوں کی وہ ذہنی اور اخلاقی تربیت نہیں کرتے جو اسلام کو مطلوب ہے۔ کیونکہ دوسرے شعبوں میں کردار سے محروم بد دیانت افراد صرف ان شعبوں کو بگاڑتے ہیں، جب کہ نظام تعلیم میں بگڑے اور بدکردار لوگ آجائیں تو وہ پوری قوم بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی تباہ برباد کردیں گے، جس کے اور مستقبل میں بھی کسی صلاح و فلاح کی امید باقی نہیں رہے گی[۱۷]۔

اس لئے اسلام میں عمل اور کردار پر کافی زور دیا گیاہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ تم جتنا بھی چاہو علم حاصل کرو، مگر خدا ثواب اس وقت بخشے گا، جب اس پر عمل کروگے۔

اس حدیث کی تشریح امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے گویا ان الفاظ میں کی ہے کہ آدمی متقی نہیں ہو سکتا جب تک عالم نہ ہو اور علم اسے زیب نہیں دے سکتا، جب تک عمل نہ کرے۔ اور عمل وہ کرتے ہیں، جو خدا سے ڈرتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى ٱللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ ٱلْعُلَمَٰٓؤُا۟﴾[۱۸]

(اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔)

قرآن و حدیث میں علماء کی جس قدر فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔ یہ صرف ان لوگوں کے لیے ہیں، جو علم کے ساتھ عمل کے زیور سے بھی آراستہ ہوں۔ لیکن عمل کے بغیر علم کی کوئی افادیت نہیں۔

۲) شاگرد سے تعلق: تعلیمی علم میں چونکہ شاگرد تعلیم ہونا چی تکون کا ایک کونہ ہے اور شاگرد کے لئے استاد کی شخصیت ہمہ جہت ہوتی ہے اور ہر وقت استاد کسی نہ کسی شاگرد کو متاثر کررہا ہوتا ہے۔ اس لئے معلم کو اپنے روئے اور کردار کے حوالے سے انتہائی محتاط ہونا چاہیے تاکہ امانت میں خیانت نہ ہو۔

شمائل ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے ہم نشینوں کو ہر ایک کا حق دیتے تھے۔ کسی ہم نشین کو بھی یہ وہم و گمان نہ ہوتا، کہ دوسرا شخص مجھ سے زیادہ آپ کے نزدیک ہے۔

معلم کا کام صرف معلومات کی منتقلی ہی نہیں، بلکہ مقصد کی افزائش اور کردار کی تعمیر بھی ہے اور یہ کام ذاتی تعلق کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہ ذاتی تعلق نہ صرف طلباء کی شخصیت و کردار میں اہم رول ادا

کرتی، بلکہ اس کی علمی ترقی کے لئے بھی مہمیز ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام میں نظام تعلیم استاد و شاگرد کا باہمی تعلق ہمیشہ بڑا اہم رہا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ چار ہزار طلباء کو پڑھاتے تھے اوران میں سے ہر ایک سے ربط رکھتے تھے (۱۹)۔

معلم ایک مثالی شخصیت: معلم ہمارے مستقبل کے لئے ایک قوم کی تعمیر کرتا ہے اس لئے اسلام اس کو اوصاف حمیدہ سے متصف دیکھنا چاہتا وہ معلم سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ ایماندار ہو، راست باز ہو، خوش خلق ہو، جرات مند، نرم خو اور بردبار ہو۔ اپنے وقار اور عزت نفس کا خیال رکھنے والا ہو۔ احترام علم رکھتا ہو۔ علمی مشاغل میں دلچسپی رکھتا ہو اور وقت کا پابند ہو۔ معلم کے پیش نظر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل اسوہ حسنہ ہو۔ کیونکہ معلمی پیشہ انبیاء ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ وہ جملہ اداب ملحوظ خاطر رکھے جائیں، جو اس کے متقاضی ہوتے ہیں۔ کیونکہ رسول اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

«إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ» (۲۰)

مجھے بھیجنے کا مقصد یہی ہے کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں۔

تکبر: غرور و تکبر ایک ایسی برائی ہے جس میں اکثر علماء اور اہل علم مبتلا ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب کوئی معلم یا عالم کسی خاص شعبے میں کمال حاصل کرلیتا ہے تو دوسروں کو کم فہم، کج عقل سمجھنے لگتا ہے عام لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اور بات چیت کو کسر شان سمجھتا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو بڑا جاننا علم کی آفت ہے (۲۱)۔

بدخو نہ ہو: متکبر شخص بدخو بھی ہوتا ہے یا ان کے رویہ کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ دوسرے متنفر ہو جاتے ہیں جب کہ معلم کے لئے نرم خو ہونا انتہائی اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے درس و تدریس میں اس کی اہمیت ان الفاظ میں بتادی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَٱعْفُ عَنْهُمْ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى ٱلْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ ﴾ (۲۲)

(اے محمد ﷺ خدا کی مہربانی سے تمہاری افتاد طبع ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔)

رسول اللہ ﷺ بھی مزاج کے سخت اور خوش اخلاق نہ ہوتے، تو تمام تر وسعت علمی جو کہ وحی سے حاصل شدہ تھی، کہ باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بالکل دور ہو جاتے۔ رسول اللہ ﷺ جیسی شخصیت جن کا قول و فعل موثر بالوحی تھا، اگر وہ بھی طبع کے سخت کلام کے درشت اور متکبر ہوتے، تو لوگ ان سے دور ہو جاتے، پھر دور حاضر کے معلمین کس زمرے میں آتے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جن اصحاب رضی اللہ عنہم کو دعوت تبلیغ کا کام سونپا، انہیں بالخصوص نرم مزاجی اور خوش خلقی اختیار کرنے کی ہدایت کی۔

اس سلسلے میں میں طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو اپنے قبیلے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن اور حضرت عمران بن مرۃ رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم میں بھیجتے وقت جو احکامات دیئے گئے، ان کا ایک نظر دیکھنا کافی ہے۔ ایسے افراد جن کے بارے میں آپ سخت الفاظ میں تنبیہ فرمائی کہ جن کے علم سے لوگ فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

حضرت داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک قیامت کے روز مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بدترین شخص وہ عالم ہو گا جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے[۲۳]۔

دنیاداروں سے دوری: ایک معلم کا جہاں یہ فرض بنتا ہے کہ وہ علم کی منتقلی میں کوئی کسر نہ چھوڑے وہاں اس پر یہ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ علم کی بے قدری نہ ہونے دے اور مال و دولت کے حصول کے لئے دنیاداروں کی دروازوں پر دستک نہ دیا کرے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے انہیں گھر آکر شہزادوں کو پڑھانے کی درخواست کی، تو جواباً فرمایا: میں علم کی بے قدری نہیں کرنا چاہتا[۲۴]۔

کیونکہ پیاسے کنویں کے پاس خود چل کر آتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ شہزادے خود چل کر ان کے درس میں عام طلباء کی طرح شریک ہوا کرتے تھے۔

علم میں بخل: اگر علم میں سخاوت آدمی کو بڑے رتبے کا مالک بنا دیتی ہے تو وہاں ایسے معلم اور عالم کے لئے سخت وعید بیان کی گئی ہے جو علم کے پھیلانے میں بخل سے کام لیتے ہیں کیونکہ علم میں بخل سے سائل روشنی

سے محروم ہو جاتا ہے اور عالم جس کی ذمہ داری علم پھیلانا ہے ایک طرح اپنی ذمہ داری سے پہلو تہی کرتا ہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا ارشاد ہے:

«مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكَتَمَهُ جِئَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَجَّمًا بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ»(۲۵)

جس عالم سے کوئی سوال پوچھا جائے اور وہ عمداً جواب دینے سے گریز کرے تو قیامت کے دن اس کہ منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔

سب سے بڑا سخی: شہیدوں اور عابدوں پر فضیلت کے علاوہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے معلم کی ایک صفت سخاوت بھی بیان فرمائی ہے اور یہ سخاوت مال کی نہیں بلکہ علم کی سخاوت ہے جس کا ثمرہ یوم الحساب کے موقع پر اسے انتہائی خوبصورت انداز میں دیا جائے گا۔

خلاصہ بحث :

زیر نظر بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسے تعلیمی ادارے قیام امن کی ضمانت دے سکتے ہیں جن میں عناصر اربعہ کا وجود سیرت طیبہ سے وابستہ ہو۔

۱۔ والدین کی تربیت کا ہونا

۲۔ ایک اچھے مخلص اور متقی باکردار معلم کا ہونا، جو اخلاق فاضلہ سے مزین ہو جو بچوں کی تعلیم اور تربیت میں مخلص ہو۔

۳۔ اعلیٰ معیار کا نصاب جس میں دین و دنیا کی آمیزش ہو قرآن و حدیث کی ہدایات موجود ہوں۔

ان تمام عناصر کو بروئے کار لانے کے لئے سیرت طیبہ کا نمونہ ضروری ہے اور تربیت کا وہ انداز سامنے رکھا جائے جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا تھا نصاب بھی اسلامی پہنچ پر مشتمل ہو معلم بھی سیرت رسول کا پیکر ہو۔ جس طرح رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے اپنے طلبہ کی تربیت کی اور ان کو اعلیٰ اقدار کا حامل بنایا۔

اسلامی اقدار کا سرچشمہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ ہیں لہٰذا ان دونوں کو نصاب کا حصہ بنایا جائے ان میں زندگی کے تمام اقدار موجود جن سے اسلامی معاشرہ کسی صورت بھی انحراف نہیں کر سکتا ہے۔ انہی اقدار نے بنی نوع انسان کو درس انسانیت دیا صحرا نشینوں کو دنیا کا قائد و امام بنایا۔

ایک اچھے معلم کے اوصاف درج ذیل ہونے چاہئے۔

۱۔ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہونا۔

۲۔ سچائی اور راست بازی اپنانا۔

۳۔ اچھے اور عمدہ کردار کا مالک ہونا۔

۴۔ بدخوئی اور بداخلاقی سے پرہیز کرنا۔

۵۔ اپنی معلومات کو وسعت دینا۔

۶۔ نئے پیش آمد مسائل وعلوم سے باخبر رہنا۔

۷۔ طلباء کو پڑھانے سے پہلے راے اسباق کو صحیح طور پر مطالعہ کرنا تاکہ طلباء کی صحیح رہنمائی ہوسکے۔

۸۔ علم پہنچاتے ہیں سخاوت اپنانا۔

یہ چند موٹے اور اچھے اوصاف ایک معلم کی ذات میں موجود ہونے سے طلباء کی تربیت پروان چڑھتی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

١) سورة قریش:۴
٢) سورة البقرة:١٦۴
٣) سورة البقرة:٣٠
۴) سورة البقرة:٣٠
۵) سورة الحجرات:١٣
٦) عہد رسالت کا نظام تعلیم اور عصر حاضر، ص ٦٢، ط:٢٠١٠
٧) سورة الروم:۴١
٨) البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قولہ تعالیٰ یاایھالذین أمنوا، الطبعہ الثانیہ ١٩٦١ء قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، رقم الحدیث ٦٠٩۴، ص:١/٢۵
٩) سورة المائدہ: ٨
١٠) صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان ابن فلان، رقم الحدیث ٢٦٩٨ ص:۵/٣٠٣
١١) عالم اسلام کی اصلاحی تحریکیں محمد دین، تاج کتب خانہ محلہ جھنگی قصہ خوانی پشاور
١٢) ایضاً
١٣) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماقیل فی اولاد المشرکین، ص:١/ص ١٨۵
١۴) سورة العصر:١-٢
١۵) پروفیسر ایم اے قریشی مجید بک ڈپو اردو بازار لاہور نصاب بی ایڈ کتاب تاریخ تعلیم
١٦) ایضاً
١٧) عہد رسالت کا نظام تعلیم اور عصر حاضر، ص ١١۵
١٨) سورة فاطر:٢٨
١٩) عہد رسالت کا نظام تعلیم اور عصر حاضر، ص ١١٩
٢٠) مسند ابی داود الطیالسی، واحادیث عدی بن ابی حاتم، ص:٣/٢٦٧
٢١) کیمیائے سعادت مصنف امام غزالی، ص ۴١
٢٢) سورة آل عمران: ١۵٩
٢٣) دارمی، ص:٣/١۵٩
٢۴) عہد رسالت کا نظام تعلیم اور عصر حاضر، ص ١١٢ تا ١١۴

۲۵) تفصیل کے ملاحظہ کیجئے: ابو داود، ابن ماجہ، کتاب العلم

۲۶) بیہقی، کتاب العلم

****